Dr. Muhammad Salman Bhatti
Associate Professor/ Head of Department,
University of Education, Lahore

Saira Shakoor
Visiting Lecturer of Urdu,
University of Education, Lahore

ڈاکٹر محمد سلمان بھٹی
ایسوسی ایٹ پروفیسر/صدر شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور
سائرہ شکور
ویزٹینگ لیکچرار اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

ڈاکٹر محمد مجیب کے ڈراموں میں تاریخی عناصر

(بلخصوص ڈراما: خانہ جنگی، حبہ خاتون، آزمائش کے تناظر میں)

Historical Elements in the Plays of Dr. Muhammad Mujeeb:

(A Study with Special Reference to *Khana Jangi*, *Habba Khatoon*, and *Azmaish)*

Abstract: Muhammad Mujeeb, a prominent playwright and dramatist from the subcontinent, is known for his creative yet serious portrayal of history, reviving historical awareness through his dramas. His works serve as lenses to understand political transitions, cultural conflicts, and shifting power dynamics in Indo-Muslim history. This research focuses on his plays Khana-Jangi, Aazmaish, and Habba Khatoon, which depict pivotal moments such as Mughal succession conflicts, moral struggles within collapsing empires, and Kashmiri cultural tragedy. Through analytical methods, it shows how Mujeeb transforms historical events into dramatic narratives, capturing the political climate and character psychology. His plays reflect on power struggles, empire decline, and political opportunism, linking past patterns to contemporary issues like authoritarianism, dissent suppression, and moral decay. Ultimately, Mujeeb's work emphasizes that history offers enduring lessons for understanding modern social and political challenges.

Keywords: Muhammad Mujeeb, Historical Drama, Indo-Muslim History, Consciousness, Power Politics, Imperial Decline, Cultural Identity, Historical, Mughal Succession,Political Conflict , Betrayal, Historical Realism ,South Asian Dramaturgy.

نقل کرنااور سوار نگ بھرناانسان کی گھٹی میں شامل ہے۔ نقل کی وباعالمگیر ہے۔اس کے اثرانفرادیت سے اجتماعیت پر پڑاایک انسان دوسرے انسان کی نقل کرتے کرتے الگ قوم کی نقل کرنے لگاخواہ وہ فیشن کے سلسلے میں ہو۔ کسی واقعہ، قصہ یا کیفیت کواس طرح پیش کرنا کہ دیکھنے والاخود کواس ماحول میں محسوس کرے یہی ڈراما کہلاتا ہے اور یہی ایک ممتاز ڈراما نگار کی خصوصیت بھی ہے۔ ڈراماادب کی قدیم صنف ہے، یہ یونانی لفظ ڈرو (DRAO) سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں ''کچھ کر کے دکھانا'' ڈرامے کی تکمیل اس کے کرداروں کے ذریعے ہوتی ہے۔

> ”ڈراما دراصل ادب کا وہ حصہ ہے جو عمل سے مربوط ہے الفاظ کے ساتھ ساتھ انسان میں عملی قوت بھی لازمی ہے۔اس کے بغیر ڈرامے کا اصل مقصد حاصل نہیں ہو سکتا یہ مختلف فنون نفیسہ، فنون شائستہ جیسے موسیقی، رقص، مصوری کے ذریعے سے عمل میں لایا جاتا ہے۔“(۱)

خالق کائنات نے کائنات کو بڑی خوبصورتی اور متنوعیت کے ساتھ بنایا ہے۔ ہر چیز مختلف خصوصیات اور صفات رکھتی ہے جو اس کی حکمت اور دل کش کاری گری کا اظہار کرتی ہے۔اللہ تعالی کی مخلوقات میں سب سے دلچسپ مخلوق انسان ہے جسے اللہ تبارک وتعالی نے بے شمار نعمتوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے۔انسان کو عقل اور فہم سے نواز کر اسے اشرف المخلوقات بنایا تاکہ وہ اپنے مقام و منزل کو سمجھ کر اپنی زندگی کو بہتر بنا سکے۔ بہت سے انسان ایسے ہیں جو اپنی صلاحیت، محنت، علم، اور مہارتوں کو زیادہ فعال اور مثبت طریقے سے استعمال کرتے ہوئے دنیا میں اپنے مقام اور معاشرتی حیثیت میں بلندی حاصل کرتے ہیں۔انھی مایہ ناز شخصیات میں سے ایک اہم شخصیت جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نمائندہ محقق ڈاکٹر محمد مجیب ہیں۔آپ بیسویں صدی کی علمی وادبی شخصیت ہیں جن کے ادبی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ڈاکٹر مجیب کا شمار اردو ادب کے ان ممتاز ادباء میں ہوتا ہے جنھوں نے اردو ڈراما نگاری کو تہذیبی، فکری اور سماجی شعور کے ساتھ جوڑا ہے۔ان کے لکھے ہوئے ڈرامے محض تفریح یا واقعہ نگاری نہیں بلکہ اصلاحی اور وجودی احساسات کے آئینہ دار ہیں۔ اس مقالے میں ڈاکٹر مجیب نے ان ڈراموں کو پرکھا جس میں سماجی و تاریخی پہلوؤں کے علاوہ معاشرے کے تلخ حقائق بھی موجود ہیں۔ان کے ڈراموں کے مکالمے عمدہ اور کرداروں کی تشکیل فطری ہے۔تاریخی پس منظر پر مبنی ڈراما نگاری متعدد ممتاز ڈراما نگاروں کے فن کا اہم حصہ رہی ہے۔ڈراما محض فن اور تفریح نہیں بلکہ سماجی، سیاسی، تہذیبی اور نفسیاتی اقدار وروایات کی حقائق کی عکاسی کرنے کا مؤثر ذریعہ رہا ہے۔ ڈاکٹر محمد مجیب کے ڈرامے اسی فکری تسلسل کا حصہ ہیں جہاں سیاسی انتشار، سماجی بگاڑ، نفسیاتی کشمکش، طبقاتی محرومیاں، عیاشی، ہوس پرستی اور فرد کی آزادی کی جدوجہد کو موضوع بنایا گیا ہے ان کے ڈرامے خانہ جنگی، حبہ خاتون اور آزمائش نا صرف تاریخی واقعات کی بنیاد پر بلکہ انسانی نفسیات، حکمرانوں کی چال بازیاں اور خاندانی سازشوں کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ڈاکٹر مجیب نے اپنے تمام ڈراموں میں بہت باریک بینی سے معاشرتی اور سیاسی پہلوؤں کے نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ زندگی کے کئی مسائل کو چھیڑنے کی سعی بھی کی ہے۔وہ ایک پرکشش اور جاذب نظر شخصیت کے مالک تھے۔ڈاکٹر عنوان چشتی ان سے متعلق لکھتے ہیں:

> ”وہ لوگ جو شخصیت کا دیومالائی تصور رکھتے ہیں اور انسان کو اس کی حدود میں دیکھنے سے معذور ہیں، وہ ڈاکٹر مجیب کو دور سے دیکھ کر متاثر نہیں ہوتے۔ لیکن جو لوگ شخصیت کو اس کے فکر وفن کے آئینے میں ایک فعال انسان کی حیثیت سے دیکھتے ہیں اور شریفانہ انسانی قدروں پر ایمان بھی رکھتے ہیں وہ ان سے یقیناً متاثر ہوتے ہیں۔"(۲)

ڈاکٹر مجیب نے ڈراموں کو اپنے خیالات کی ترسیل کا ذریعہ بنایا۔انھوں نے زندگی کے عام پہلوؤں کو اپنے کرداروں کے ذریعے اسٹیج پر پیش کیا۔ان کے ڈرامے اگرچہ تعداد میں زیادہ نہیں ہیں مگر اپنی فنی وفکری خصوصیات کے لحاظ سے بہت ممتاز ہیں۔ دراصل یہ ڈرامے ۱۹۳۱ء تا ۱۹۵۷ء کے دورانیہ میں تحریر گئے۔ان میں تاریخی ڈرامے بھی ہیں اور سماجی ڈرامے بھی، آزمائش، خانہ جنگی، حبہ خاتون یہ تاریخی ڈرامے ہیں، جب کہ کھیتی، انجام، ہیروئن کی تلاش اور دوسری شام، سماجی ڈراموں میں شامل کیے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ بچوں کو اسٹیج کے ذریعے ڈراما نگاری کے اصولوں سے واقف کرنے کے لیے ایک ڈراما ”آؤ ڈراما کریں“ بھی تحریر کیا۔یہ تمام ڈرامے مختلف ایڈیشنز میں ”مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ“ سے شائع ہوئے اور وقت کے ساتھ ساتھ ”جامعہ ڈراما کلب“ کی جانب سے اسٹیج بھی کیے گئے۔

اگر ہم ان کے تاریخی ڈراموں کا ذکر کریں تو ان کا ڈراما خانہ جنگی پروفیسر محمد مجیب کا ایک تاریخی ڈراما ہے، اس کی طبع اول ۱۹۴۶ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی سے ہوئی جو کہ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ڈراما سلور جوبلی کے موقع پر پیش کیا گیا۔ اس کے علاوہ ڈراما ''خانہ جنگی'' کے متعدد ایڈیشنز بالترتیب ۱۹۶۹ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۷۵ء، اور ۱۹۷۶ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی سے شائع کیے گئے۔ ڈرامے کے پیش لفظ میں ڈاکٹر مجیب نے واضح کر دیا، کہ یہ ڈراما ۱۶۵۸ء تا ۱۶۵۹ء کے حالات و واقعات پر محیط ہے۔ اس کے پس منظر میں شاہ جہاں کا دور حکومت ہے۔ ۱۶۵۷ء میں بادشاہ سخت بیمار ہو گیا، تو اس نے اپنی باگ دوڑ دارا شکوہ کے سپرد کر دی۔ شاہ جہاں کے اس آخری دور حکومت میں بیٹوں کے باہمی اختلاف سے حکومت کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں۔ یہ ایک المیہ ہے۔ ڈرامے کا پلاٹ بہت دلچسپ اور چست ہے، جس میں شاہ جہاں نے ملک کی تقسیم اپنے بیٹوں میں کر دی، شجاع کو بنگال، مراد کو گجرات کا علاقہ، اورنگ زیب کو دکن اور دارا کو سندھ اور پنجاب کا علاقہ سونپا۔ اس کے علاوہ دارا کو آگرے میں اپنے ساتھ رکھا۔ شاہ جہاں اسے اپنے بعد شہنشاہ بنانا چاہتا تھا، یہی بات اس کے باقی بیٹوں کو ناپسند تھی لہذا جب بیٹوں کو بادشاہ کی بیماری کا علم ہوا تو انھوں نے ''خانہ جنگی'' شروع کر دی۔ مصنف نے اس موضوع کے ذریعے خانہ جنگی کی مذمت کی ہے، جس سے ملکی انتظامی اور سماجی بگاڑ پیدا ہوتا ہے، یہ ملک و قوم کے لیے سخت نقصان دہ ہے اقتدار کی ہوس خونی رشتوں تک کا لحاظ ختم کر دیتی ہے۔ ڈاکٹر مجیب نے یہاں اسی مسئلے کو موضوع بحث بنایا اس ڈرامے میں سبھی مسلمان ہونے کے باوجود ایک دوسرے کو کافر اور ملحد قرار دیتے ہیں۔ خانہ جنگی میں سیاسی و شاہی وقار، درباری فضا مدرسے کا منظر موضوع کو پر اثر بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر خانہ جنگی ہر دور کے لیے بہت تباہ کن مسئلہ رہا ہے۔ ڈاکٹر مجیب نے اس ڈرامے میں جن کرداروں اور نظریات کو اجاگر کیا ہے وہ ہر دور کے لوگوں کے جذبات، احساسات عادات و خصائل اور نظریات کی عکاسی کرتے ہیں کہ:

> "خانہ جنگی صرف تاریخی حقائق اور کرداروں کے فنی ارتقاء تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں اس عہد کی روح سمٹ کر آ گئی ہے، افراد اور معاشرے کے تمام مثبت اور فنی رجحانات آئینہ کی طرح صاف دکھائی دیتے ہیں۔ قلعے کی زندگی، شاہجہاں کا پیار، احساس اور دور اندیشی، دارا کی روشن خیالی اور سرمد سے عقیدت، سرمد کی مستی، عوام اور سپاہی کی بیوی کا ان سے اعتقاد، نیز "خانہ جنگی" سرمد کی شہادت اور دارا کی شکست یہ عوام کے ملے جلے جذبات کی عکاسی بڑی فنکاری کے ساتھ کی گئی ہے. ان سب کے ساتھ دارہ اور سرمد کے عقیدت مندوں کی داخلی کشمکش بھی نمایاں ہو جاتی ہے، جو ڈرامے میں suspense اور واقعات پسندی پیدا کرتی ہے۔ اس کا اثر ملا ابو دالقاسم کی شخصیت پر گہرا نظر آتا ہے۔" (۳)

انھوں نے تاریخی کرداروں میں اپنی تخیل آفرینی سے ایسا رنگ بھر دیا کہ وہ حقیقی اور متحرک نظر آتے ہیں۔ اس ڈراما خانہ جنگی میں انہوں نے صوفیانہ طرز خیال کی ترجمانی کی ہے۔ مصنف نے کردار کے عمل اور سوچ سے خانہ جنگی کے برے اثرات، قومی تاثر، تنگ دلی کے مذمت کو بیان کر کے ماضی کے ساتھ ساتھ دور حاضر کے مسلمانوں کو بھی مل جل کر رہنے کی تلقین کی ہے۔ جیسا کہ شاہجہاں شائستہ خان کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

> "شاہجہاں: اگر کبھی اس کا موقع ہو تو تم یہ کہنا کہ میری آخری وصیت تھی کہ میرے چاہنے والے انصاف نہ کریں، محبت کریں، انصاف صرف خدا کر سکتا ہے، انصاف کے لیے محبت سے بالاتر کوئی مقام نہیں" (۴)

کردار نگاری کے اعتبار سے خانہ جنگی ایک عمدہ ڈراما ہے اس میں کرداروں کی حرکات وسکنات سے پلاٹ کا ارتقا ہوتا ہے۔ محمد مجیب نے ہر ایکٹ میں اقتدار کو بہترین انداز میں پیش کیا ہے ڈراما مرکزی اور ضمنی دونوں طرح کے کرداروں پر مشتمل ہے ڈرامے کے مرکزی کرداروں میں شاہجہاں، دارا شکوہ اورنگزیب، شیخ سرمد اور ملا ابوالقاسم شامل ہیں جنہیں ڈاکٹر مجیب نے فکری گہرائی، تخیل کی لطافت اور تاریخی سچائی کے امتزاج سے اس طرح تراشا ہے کہ وہ ناصرف حقیقی محسوس ہوتے ہیں بلکہ اپنے عہد کے فکری بحران اور اخلاقی کشمکش کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔ شاہجہاں اس ڈرامے میں ایک طاقت ور بادشاہ سے زیادہ ایک کمزور، بے بس، مجبور، شفیق اور دل گرفتہ باپ کے طور پر سامنے آتا ہے۔ وہ سلطنت کے بادشاہ سے زیادہ اولاد کی لڑائیوں کا شکار بوڑھا باپ دکھائی دیتا ہے۔ ڈرامے کا بنیادی اخلاقی پیغام ہے کہ عدل اور انصاف کا اصل سرچشمہ اقتدار یا شریعت کا جبر نہیں بلکہ محبت اور انسانی ہمدردی ہے۔ شاہ جہاں پرکشش وجہ کے حامل تھا۔ شاہجہاں کی شخصیت کے بارے میں ڈاکٹر وجے دیو سنگھ لکھتے ہیں:

> "شاہجہاں کو حالات نے ایسا معذور اور نڈھال کر دیا ہے کہ وہ صرف ایک بوڑھا باپ معلوم ہوتا ہے، مغل بادشاہ نہیں۔ اس کے بازوؤں میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ حالات کا مقابلہ کر سکے۔"(۵)

ڈرامے کے کرداروں میں شاہجہاں کی طبیعت عاجزی وانکساری کی علامت ہے۔ دارا شکوہ شاہجہاں کی ضدی اور لاڈلی اولاد تھی جسے والہانہ محبت اور پیار ملا وہ تعصب وتنگ نظری سے پاک زندگی گزارتا ہے وہ عالم و فاضل و صوفیوں کی محبت میں اپنا زیادہ تر وقت گزارنا پسند کرتا ہے دارالشکوہ کے مزاج میں عجلت پسندی تھی وہ اپنی بات کو حرف آخر تسلیم کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ لوگ بھی اس کی بات کو اہمیت دیں اس سے اس کے خود پسندی کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ روشن خیال، فلسفی مزاج، وحدت الادیان کا قائل، صوفی مزاج شہزادہ ہے۔ ڈرامے میں اس کا جذباتی، ضدی اور ناتجربہ کاری کا پہلو بھی نمایاں کیا گیا ہے، کیونکہ مزاج کا ضدی اور متکبر تھا شاہجہاں کے سمجھانے کے باوجود بھی جنگ کی کے لیے تیار ہوتا ہے اور معاملات کی بات چیت سے حل کرنا اپنی کمزوری سمجھتا ہے اور یہی عجلت پسندی اس کی شکست کا سبب بنتی ہے۔ اگر تقابلی جائزہ لیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ دارا اور اورنگزیب حقیقی بھائی تھے مگر دونوں کی طبیعت میں بلا کا امتیاز تھا دارا کو شاہجہاں نے ولی عہد مقرر کیا تو وہ رنگ زیب، شجاع اور مراد سے برداشت نہ ہو سکا انہوں نے اسے اسلام سے منحرف قرار دیا اور عوام کو اس کے خلاف کھڑا کیا جو دارا کے دل میں بھائیوں کے نفرت اور خانہ جنگی کی وجہ بنی۔ مجموعی طور پر دارا کا کردار سیاسی معاملات میں نااہل اور عجلت پسند تھا اس کی ناتجربہ کاری اور جذباتیت کا ذکر خود اس کے الفاظ سے ہوتا ہے:

> "داراشکوہ: اگر میں آپ کے انصاف پر بھروسا کر کے بیٹھ رہوں، تو سب سمجھیں گے کہ مجھ میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں صرف آپ کے زیر سایہ حکومت کر سکتا ہوں۔"(۶)

اورنگزیب کا کردار اس کے برعکس ہے وہ سیاست میں خود غرض اور بے حِس معلوم ہوتا ہے تاریخی لحاظ سے یہ ایک حقیقی کردار ہے جو جاہ و مرتبہ حاصل کرنے کے لیے خونی رشتوں کا بھی لحاظ نہیں کرتا، بھائیوں کو قتل کرتا، باپ کو قید کر دیتا ہے۔ یہاں اورنگ زیب خود غرضی اور بے حسی کی علامت اور سلطنت، طاقت اور سیاسی حکمت عملی کا نمائندہ ہے۔ ڈرامے میں اس کے شدت پسند، سخت گیر، اقتدار پرست پہلوؤں کو ابھارا گیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ڈرامے میں اورنگزیب اسٹیج پر کہیں براہِ راست ظاہر نہیں ہوتا لیکن اس کی موجودگی ہر جگہ محسوس ہوتی ہے۔ ملا

ابوالقاسم ڈرامے کا سب سے فکر انگیز، محرک، دل پسند مگر غیر حقیقی اور علامتی کردار ہے۔ وہ کسی ایک تاریخی شخصیت کی نمائندگی نہیں کرتا بلکہ اُس دور کی پوری صوفیانہ روایت، روحانیت، حکمت اور اخلاقی شعور کا استعارہ ہے۔ وہ رواداری، کشادگی، منکسر مزاج، دوراندیش، انسان دوستی اور اتحاد کا پیغامبر ہے۔ مصنف نے ملا ابوالقاسم کے کردار کو اپنا ترجمان بنایا ہے۔ یہ کردار مصنف کی سوچ کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کردار میں مصنف نے فن کارانہ چابک دستی،، مہارت اور سوچ کی گہرائی سے کام لیا ہے۔ دراصل غور کیا جائے تو ملا ابوالقاسم کا کردار امت کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر محی الدین زور کشمیری لکھتے ہیں:

> "پروفیسر محمد مجیب نے ملا ابوالقاسم کے ذریعے اپنے اس آئیڈیالوجی کو پیش کر کے قومی اتحاد اور رواداری کو آگے بڑھایا ہے۔ جس کی ضرورت اس وقت تھی جب یہ ڈراما لکھا گیا آج بھی ہے جب سیاست، مذہبی تعصب، فرقہ بندی اور دیگر مہلک بیماریوں نے پورے عالم کو غرق کر دیا ہے"(۷)

"خانہ جنگی" ایک ایسا تاریخی ڈراما ہے جس میں تاریخی واقعات کو کرداروں کے عمل سے انتہائی مؤثر اور دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر مجیب کے نزدیک ترقی کا انحصار امن وسکون اور اتحاد پر ہے۔ باہمی تعاون اور اتحاد و ہمدردی کے بغیر کوئی بھی ریاست قائم نہیں رہ سکتی۔ یہاں خانہ جنگی کے منفی اثرات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس ڈرامے سے یہ سبق ملتا ہے کہ خانہ جنگی اور باہمی چپقلش ملک و قوم کی تباہی کا سبب بنتی ہیں جب کہ اتحاد، محبت اور احساس ذمہ داری ہی کامیابی و ترقی کا زینہ ہے۔ ڈرامے کا پس منظر مغلیہ سلطنت کے زوال اور خونی رشتوں کی آپسی جنگ اور اقتدار کی ہوس کی طرف اشارہ ہے، شاہ جہاں کے بیٹوں کے درمیان اقتدار کی جنگ نے ریاست کو کمزور کر دیا تھا۔ شاہجہاں کے بیٹے دارا شکوہ، اورنگ زیب، مراد اور شجاع جیسے کردار حقیقی تاریخ میں موجود تھے اور ان کی باہمی لڑائی نے سلطنت کے سیاسی اور تہذیبی ڈھانچے کو شدید نقصان پہنچایا۔ ڈرامے میں ملا ابوالقاسم جیسے کردار اگرچہ براہِ راست کسی ایک تاریخی شخصیت کی نمائندگی نہیں کرتے لیکن وہ اس دور کی صوفیانہ فکر، روحانی بصیرت اور اخلاقی رہنمائی کے مجموعی تصور کا علامتی اظہار ہیں۔ یوں وہ ایک فرد نہیں بلکہ پوری روحانی روایت کا استعارہ بن کر سامنے آتے ہیں۔ وہ اقتدار کی جنگ کو اخلاقی، سماجی اور نفسیاتی زاویے سے پرکھنے میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس ڈرامے کے موضوع کو بغور دیکھیں تو ہمیں دور حاضر میں بھی یہی صورتحال دکھائی پڑتی ہے۔ جس طرح مغل شہزادوں میں اقتدار کی ہوس نے سلطنت کو کمزور کیا، اسی طرح آج بھی اقتدار کی باہمی اور ادارہ جاتی کشمکش ریاستی نظام کو متاثر اور کمزور کر رہی ہے۔ ڈرامے میں دکھایا گیا ہے کہ انتشار، خودپسندی، عدل کا فقدان، عوام کی بے چینی اور اقتدار کی دوڑ کے اثرات موجودہ دور میں بھی نمایاں طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر مجیب کا فن یہ حقیقت اجاگر کرتا ہے کہ جب سیاست اخلاقی اصولوں اور اجتماعی فلاح و مفادات سے محروم ہو جائے تو ریاستیں کمزور ہو جاتی ہیں اور اس کا سب سے زیادہ نقصان جمہور کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اسی لیے خانہ جنگی کو آج کے دور میں بھی ایک زندہ مثال کے طور پر پڑھا جا سکتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ سیاسی استحکام، جمہوریت، باہمی اتحاد، اخلاقی رہنمائی اور انصاف کے بغیر کوئی معاشرہ مضبوط نہیں رہ سکتا۔

اسی طرح تاریخی واقعات، سیاسی، سماجی اور مذہبی مسائل پر مبنی پروفیسر محمد مجیب کا مشہور ڈراما "حبہ خاتون" ۱۹۵۱ء میں مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے تحت پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ جو ۷۹ صفحات پر مشتمل۔ ہے۔ اس کے علاوہ اسکے متعدد ایڈیشن جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی سے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ایک تاریخی ڈراما ہے جو کشمیر کے قیام کے دوران لکھا گیا۔ پروفیسر ڈاکٹر مجیب نے یہ ڈراما مولانا محمد مہجور کی لکھی ہوئی حبہ خاتون کی سوانح عمری

کو سامنے رکھ کر تحریر کیا۔ جس کا اظہار ڈاکٹر مجیب نے ڈرامے کے پیش لفظ میں کیا ہے۔اس ڈرامے میں مذہب اور سیاست کے بنیادی مقصد اور انسانیت کے آزادانہ فروغ پر توجہ دلائی گئی ہے۔ان کے نزدیک انسان کو اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور نظریہ کی آزادی کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ اس ڈرامے کا مرکزی کردار حبہ خاتون ہے۔ یہ ڈراما چار ایکٹ پر مشتمل ہے۔ جس میں بہترین انداز میں حبہ خاتون کی زندگی کو اجاگر کیا گیا ہے۔ دراصل یہ ایک منفرد ڈرامائی تکنیک ہے، جس میں کسی کی سوانح کو ڈرامائی انداز میں ایک بہترین پلاٹ کے ذریعے پیش کیا ہے۔اس بارے خود ڈاکٹر مجیب ''حبہ خاتون'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں ہ:

> ''یہ اس سوانح عمری کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے جسے مولانا مہجور نے حال ہی میں مرتب فرمایا ہے۔ڈراما لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ حبہ خاتون کسی شخصیت کا اندازہ ہو جائے اس میں صرف چند واقعات لیے گئے ہیں جو میرے خیال میں مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔''(۸)

ڈراما لکھتے ہوئے ڈرامے کے تاریخی قصے کو برقرار رکھنا ایک ڈرامانگار کی اہم خصوصیت میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ ڈاکٹر مجیب کی ایک خاص خوبی ہے کہ وہ ڈرامے کے کرداروں میں اپنے خیالات کی چاشنی سے ایسا رنگ بھر دیتے ہیں کہ وہ حقیقی اور متحرک نظر آتے ہیں۔ڈراما حبہ خاتون میں بھی انھوں نے حبہ خاتون کے ذریعے کشمیر کی تہذیب و تمدن، انداز فکر اور آزادی کی اہمیت کی عکاسی کی ہے اور دور حاضر کے لوگوں کو ایک آزادانہ زندگی کا پیغام دیا ہے۔ حبہ خاتون آزادانہ شخصیت کی حامل خاتون تھیں، وہ سختی اور مظالم تو برداشت کر سکتی تھیں لیکن انھیں غلامی کسی قدر قبول نہیں۔ سید مبارک حبہ خاتون کی صلاحیتوں کو پہچانتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''سید مبارک: زون کو دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی، اس کی پیشانی پر شخصیت کا جلوہ ہے۔ خدانے چاہا تو یہ صرف اپنے زمانے کے لوگوں کو نہیں متاثر کرے گی۔ بلکہ بعد کو آنے والی نسلیں بھی اسے یاد کریں گی۔"(۹)

کسی بھی ڈرامے کو اس کے کرداروں کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔اس لحاظ سے کردار ڈرامے کی جان ہوتے ہیں لہذا کرداروں کے چناؤ میں ڈاکٹر مجیب نے بہت غور و خوض سے کام لیا ہے۔ ہر کردار کو بہترین انداز میں تراشا کہ قاری اور ناظرین تاریخی ہستیوں کو اپنے سامنے محسوس کرتے ہیں۔ ڈراما ''حبہ خاتون'' مرکزی اور ضمنی دونوں طرح کے کرداروں پر مشتمل ہے۔ مرکزی کرداروں میں حبہ خاتون، سید مبارک، قاضی ابو محمد، شہزادہ یوسف شامل ہیں جب کہ ضمنی کرداروں میں حبہ خاتون کی والدہ، عبداللہ راتھر جو حبہ خاتون کے والد ہیں، عطا محمد بٹ، علی شیر خان ماگرے، علی خان چک، چوب دار، قاضی ابو محمد کے شاگرد، دلنواز (قوال) دو جوان، مجمع کے لوگ شامل ہیں۔ ہر کردار اپنی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے جو دیر تک اپنا اثر قائم رکھتا ہے۔

حبہ خاتون اس ڈرامے کی مرکزی ہے۔ان کا اصل نام زون تھا جو بعد میں سید مبارک نے تبدیل کر کے حبہ رکھ دیا، وہ ایک نہایت حسین اور سلیقہ مند خاتون تھی۔ان کی شاعری اور دل کش حسن کی بنا پر انھیں ملکہ کشمیر بھی کہا جاتا ہے۔ کشمیری شاعری میں سب سے پہلے گیت بھی حبہ خاتون نے ہی متعارف کروائے۔ حبہ خاتون انسانی آزادی کے لیے بنیادی جذبہ کی نشاندہی کرتی ہے۔اس کردار میں ڈاکٹر مجیب نے اپنے افکار و نظریات کی وضاحت کی ہے۔ وہ ایک آزادانہ سوچ کی حامل، معاملہ فہم اور دور اندیش خاتون تھیں۔ وہ قدرتی حسن سے محبت کرنے والی تھیں۔ سید مبارک جوان کے صوفی بزرگ ہیں وہ حبہ خاتون کی خداداد صلاحیتوں کی تربیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سید مبارک: خدا جس کو جیسا پیدا کرے اس کو ویسا ہی ہونا چاہیے، کسی توفیق سے انکار کرنا کسی سچے شوق کو مارنا کفران نعمت ہے۔"(۱۰)

حبہ خاتون کی زندگی کا جائزہ لیں تو وہ تین طرح کے حالات سے گزری ہیں، آزادانہ، تصادم کے معاملات اور سیاسی زندگی۔ ان کی ابتدائی زندگی آزادانہ تھی۔ جس میں وہ دنیا کی سختیوں، غم والم سے ناآشنا تھیں۔ وہ معصومانہ زندگی گزارتی تھیں۔ وہ اعلی کردار اور شخصیت کی مالک خاتون تھیں:

''شخصیت کو جانچنے کا صحیح معیار یہ ہے کہ ہم دیکھیں کہ وہ اپنے آپ کو کیسے مقاصد کا خادم بناتی ہے اور انھیں حاصل کرنے کے لیے کیسے وسائل منتخب کرتی ہے۔ صحیح مقاصد کو صحیح اخلاقی طریقے سے حاصل کرنا شخصیت کی معراج ہے۔''(۱۱)

دراصل حبہ خاتون کا کردار انسانی زندگی کے اتار چڑھاؤ اور انسان کو حالات و واقعات میں ڈھلنے کی طرف ابھارتا ہے۔ انسان زندگی میں بہت سی تکالیف کا سامنا کرتا ہے۔ ڈاکٹر مجیب نے ان کی زندگی سے لوگوں میں ایک نئی روح پھونکنے کی کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر مجیب کے نزدیک انسان مشکلات میں گھرا ہوا پرندہ ہے، جس پر تکالیف اور آزمائش آتی ہیں لیکن بہترین اور کامیاب انسان وہ ہے جو اس سب کا مقابلہ صبر واستقامت اور عقل وفہم سے کرے۔ لہذا حبہ خاتون کا کردار بھی ایسا ہی ہے، جو اپنے آپ کو ہر طرح کے حالات و واقعات میں ڈھالنے اور ہر ذمہ داری کو بہترین انداز میں انجام دینے کا ہنر رکھتا ہے۔ وہ ایک پر اعتماد، سادہ، عاجزوانکساری کی پیکر اور دور اندیش خاتون ہیں۔ ڈاکٹر مجیب نے ان کے کردار کی بہت سی خوبیوں کو اجاگر کر کے دور حاضر کے لوگوں میں ایک نئے جذبے کو ابھارنے کی کوشش کی ہے۔ حبہ خاتون کی سوچ میں سیاسی اور تصوفی اصولوں کا ملاپ ہوتا ہے، انکے نزدیک مادی قدریں اہمیت نہیں رکھتیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ مذہب، اخلاق، اور سیاست کا مقصد انسانیت کی ترقی اور بنیادی اقدار کو بہتر بنانا ہے۔ ان کا خواب ہے کہ ہر فرد اس روح کے ساتھ زندگی گزارے، جس سے انسانیت کو ترقی حاصل ہو۔ کشمیر کی آزادی ان کے لئے انسان کی آزادی ہے، جس میں انسانی حقوق کو اہمیت دی گئی ہے۔ تاریخی حیثیت سے حبہ خاتون اکبر کے دور میں اہم شخصیت تھیں، جنھوں نے اپنے گیتوں اور علم معرفت سے لوگوں کو متاثر کیا۔ اس بارے ڈاکٹر وجے دیو سنگھ لکھتے ہیں کہ:

''حبہ خاتون انسانی صلاحیتوں کی آزاد نشو و نما کی علامت نظر آتی ہے۔''(۱۲)

کشمیر سے محبت ان کے ہر عمل اور انداز سے ظاہر ہوتی ہے، وہ محب وطن خاتون تھیں۔ انھوں نے ایسے دور میں آنکھ کھولی جب کشمیر سیاسی انتشار کا شکار تھا۔ مذہبی تعصب، سیاسی بے شعوری، طبیعتوں کی انتہا پسندوں کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کے خلاف ہو چکے تھے۔ حبہ خاتون کی شخصیت اور فکری قدرت، ان کے گیتوں اور علم معرفت نے ایک نیا معیار قائم کیا۔ حبہ خاتون کے کچھ کردار ذاتی کمزوریوں کے حامل ہیں جیسے یوسف شاہ کا کردار تاریخی اعتبار سے کشمیر کے آخری طاقت ور حکمرانوں میں سے تھا، مگر اس کی سیاسی نااہلی، عیش پرستی، اندرونی فتنوں اور بیرونی دباؤ نے پورے خطے کو زوال کا شکار کر دیا۔ یہ کردار بہت سے معاملات میں جذباتی اور جلد باز اور قوت فیصلہ سے عاری ہوتا ہے وہ قومی معاملات کو حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور وقت شراب نوشی میں مدہوش رہتا ہے اور اپنی کم عقلی اور عیش پرستی کی بنا پر حکومت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے دراصل یہ کردار

اس دور کے عیش پرست بادشاہوں کی عکاسی کرتا ہے۔اس کے برعکس سید مبارک کا کردار بہت سی خداداد صلاحیتوں کا حامل ہے۔ان میں اللہ سے محبت، توکل، عاجزی وانکساری، تصوف کی گہرائی جیسی مجذوبانہ صلاحیتیں موجود ہیں۔انسانی خوبیوں اور صلاحیتوں کو پہچاننے میں انھیں ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔یہ وہ کردار ہے جو حبہ خاتون کو خداداصلاحیتوں کو نکھارنے اور تربیت کرنے میں مدد دیتے ہیں۔وہ حبہ خاتون سے جب پہلی بار ملتے ہیں توان میں موجود تڑپ، لگن، جستجو، معاملہ فہمی اور صلاحیتوں کو اپنی مجزوبانہ نظر سے پہچان لیتے ہیں۔سید مبارک کا یہ کردار انسانی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے اور اسے ابھارنے کی علامت ہے۔ڈاکٹر مجیب نے اس کردار کو بہت ہی دانش وحکمت سے تراشا ہے۔سید مبارک امن وامان کی علامت ہیں۔جو یوسف شاہ کو لوگوں سے محبت کرنے اور امن کی طرف راغب کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ڈاکٹر مجیب نے ہر کردار کو ماضی کے تاریخی واقعات کو سامنے رکھ کر عقل وفہم کا استعمال کرتے ہوئے نہایت ہی چابک دستی اور مہارت سے تراشا ہے۔ان کا ہر کردار اس ڈرامے میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے، غور کیا جائے توان کے تمام کردار حبہ خاتون کے کردار کو واضح کرنے کے لیے پیش کیے گئے ہیں۔فاضل مصنف کا اصل مقصد حبہ خاتون کی سوانح کو نہایت ہی مہارت سے ڈرامائی تکنیک کا استعمال کرتے ہوئے پیش کیا ہے۔ڈراما حبہ خاتون کے کرداروں کا فکری تجزیہ کریں تو یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ اس کے بعض کردار جیسے حبہ خاتون، سید مبارک، عطا محمد انسانی آزادی اور اپنی صلاحیتوں کی آزادانہ نشوونما کو اہمیت دیتے ہیں، جب کہ بعض کردار عزیز راتھر، قاضی ابو محمد، تین آدمی آزادانہ خیالات سے متصادم ہیں۔چشتی صاحب نے اس ڈرامے کی زبان وبیان کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ سے کیا ہے:

> ''اس ڈرامے کو پڑھ کر اور دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آسمان سے چاند بہتے ہوئے شفاف پانی میں اتر آیا ہو اور لہروں سے اٹھکیلیاں کر رہا ہو۔زبان وبیان میں وہی چشمے کی سی روانی، آدرشوں اور طرز عمل میں وہی چاند جیسی ٹھنڈی روشنی اور ڈرامے کے کرداروں میں وہی لہروں کی سی روانی محسوس ہوتی ہے۔''(۱۳)

ان تمام اوصاف کی بناپر ہم حبہ خاتون کو ایک بہترین تاریخی ڈراما کہہ سکتے ہیں۔جو دور حاضر کے لوگوں میں آزادی کے لیے جدوجہد کے لیے نیا جوش اور جذبہ پیدا کرتا ہے۔

ڈراما حبہ خاتون تاریخی حقائق، علامتی معنیات اور سماجی شعور کا وہ امتزاج پیش کرتا ہے جو اردو ڈرامے کی سنجیدہ روایت میں ایک اہم اضافہ سمجھا جاتا ہے۔یہ ڈراما محض ایک تاریخی شخصیت کی کہانی نہیں بلکہ کشمیر کی تہذیبی روح، سیاسی کشمکش اور عورت کی داخلی آزادی کی علامت بن کر سامنے آتا ہے۔ڈرامے میں مجیب نے ناصر فحبہ خاتون کی شخصیت کی صلاحیتوں، روحانی وجمالیاتی قوت کو اجاگر کیا ہے بلکہ کشمیر کے زوال، سیاسی کمزوری، نااہلی اور داخلی انتشار کی نشاندہی بھی کی ہے۔حبہ خاتون صرف ایک عورت نہیں رہتی بلکہ وہ کشمیر کی شکستہ حالت، بکھرتی شناخت اور دردناک تاریخ کی علامت بن جاتی ہے۔یہ علامتی سطح ہی ڈرامے کو محض سوانحی یا تاریخ گوئی سے اوپر اٹھا دیتی ہے۔

عورت کی بے بسی واستحصال، مذہبی تنگ نظری، سیاسی تنزلی کا خوف، طاقت کا نشہ اور فرد کی آزادی پر جبر یہ سب کشمیر کے اس دور کی حقیقتیں تھیں۔ڈاکٹر مجیب نے قاضی ابو محمد اور درباری کرداروں کے ذریعے اسی ذہنی سختی کو علامتی انداز میں پیش کیا ہے۔مذہبی شدت پسندی، تنگ نظری

اور فن و موسیقی سے نفرت ذہنی تاریکی کی نمائندگی کرتی ہے جو معاشرتی زوال کا سبب بنتی ہے۔ دیکھا جائے تو یہ تاریک عناصر صرف ماضی سے متعلق نہیں بلکہ دورِ حاضر میں بھی اسی طرح کارفرما ہیں، اس لیے ڈراما حبہ خاتون بھی خانہ جنگی کی طرح اپنی اہمیت مسلسل برقرار رکھتا ہے۔

حبہ خاتون کا کردار دورِ حاضر کی اس عورت کی علامت بن جاتا ہے جو سماجی پابندیوں، سیاسی عدم استحکام، تنگ نظری اور اخلاقی تضادات کے باوجود بھی خود کو معاشرے کے سختیوں کی نذر نہس ہونے دیتی بلکہ اپنی شخصیت، ہنر و فن اور اپنی صلاحیتوں کو برقرار رکھتی ہے۔ یوں ڈراما دورِ حاضر کی سماجی و نفسیاتی صورتِ حال کے ساتھ بھی براہِ راست مکالمہ کرتا نظر آتا ہے۔

پروفیسر محمد مجیب کا مشہور تاریخی ڈراما ''آزمائش'' جولائی ۱۹۵۷ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی سے پیش کیا گیا، جو ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ اس کے متعدد ایڈیشنز جامعہ ملیہ نئی دہلی سے شائع ہو چکے ہیں اس ڈرامے میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ہنگامی واقعات پیش کیے گئے ہیں۔ یہ ایک المیہ ڈراما ہے جس میں مغلیہ سلطنت کا آخری دور اور عیش پرست شہزادوں کی حکومتی معاملات سے عدم دلچسپی اور ہندوستانی فوج کی انگریزوں کے خلاف بغاوت کا تذکرہ کیا گیا ہے اس ڈرامے میں کسی شخصیت کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ ایک دفاعی تحریک کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تحریک صرف طبقات پر محدود نہیں بلکہ ہر فرقے اور ہر عمر کے لوگ اس میں شامل تھے۔ اس ڈرامے میں دہلی کی بربادی کی سچی جھلک دکھائی گئی ہے۔

ڈراما ''آزمائش'' ایک تاریخی ڈراما ہے جس میں غدر کے زمانے میں دہلی کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر محمد مجیب نے اس دور کے حالات کو مسلمانوں کے لیے ایک آزمائش قرار دیا ہے۔ انگریزوں کے مسلط ہو جانا اور ان کے خلاف آواز اٹھانے والے پر کیے جانے والے تشدد آزمائش ہی ہے۔ یہاں ڈرامے کے موضوع کے بارے میں گہری سوچ اور وسیع معنی و مفہوم کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک انسانی زندگی صرف آزمائش ہے، کہیں ضبط کی آزمائش، کہیں نفس کی آزمائش، تو کہیں اپنی جان کو قربان کرنے کی آزمائش۔ ۱۸۵۷ء کے اس تاریخی قصے پر موضوع کا انتخاب فاضل مصنف کی گہری سوچ اور زندگی کی کشمکش کے بارے میں انکے نظریے کی عکاسی کرتا ہے۔ ڈاکٹر صادقہ زکی اپنی کتاب محمد مجیب حیات اور اُردو خدمات میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

> ''تاریخی فضا جو ڈاکٹر مجیب کے ڈراموں کی اہم خصوصیت اس ڈرامے میں مفقود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈراما لکھتے ہیں مصنف کے ذہن پر بیسوی صدی کے ''واقعات آزادی'' حاوی ہیں۔''(۱۴)

ڈراما "آزمائش" کو اُردو ادب کا ایک بہترین شاہکار کہا جاسکتا ہے:

> ''اس ڈرامے میں تاریخی حسن بھی ملتا ہے اور اعمال کی بے ریائی کا حسن نقش بھی، اس ڈرامے میں زبان کی جو سادگی، تڑپ اور صفائی ملتی ہے۔ وہ پروفیسر مجیب کے اس ڈرامے کو کامیابی سے بھی ہمکنار کرتی ہے۔"(۱۵)

ڈراما "آزمائش" میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے اسباب علامتی پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہ زوال محض انتظامی یا سیاسی ناکامی نہیں بلکہ معاشرتی کمزوریوں، مالی بدانتظامی، درباری سازشوں اور اخلاقی انحطاط کا مجموعہ تھا۔ ڈرامے کے کردار تاریخ میں موجود حقیقی حالات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس طرح ڈراما براہِ راست کسی خاص جنگ یا نامور بادشاہ کا ذکر کیے بغیر بھی پورے عہد کے تاریخی حقائق کو سامنے لے آتا ہے۔ ڈرامے

کے کردار براہِ راست تاریخی شخصیات نہیں لیکن ان کا انداز فکر، جوش و جذبے، محرومیاں، جدوجہد اور رویّے اس زمانے کے حقیقی انسانوں کی آئینہ داری کرتے ہیں۔ کردار حقیقت اور تخیل کے ملاپ سے تشکیل پاتے ہیں، اس لئے وہ اپنے کرداروں کے ساتھ پورے طبقے، قوم، دور اور ذہنی کیفیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہی فنکارانہ حکمت مجیب کے کرداروں کو تاریخی سچائی سے قریب تر کرتی ہے، خواہ وہ حقیقت میں موجود نہ بھی ہوں۔

ڈراموں میں کرداروں کے ذریعے تاریخی نو آبادیاتی دور کی سیاسی غلامی، عوام کا معاشی استحصال، ناانصافیاں، ریاستی جبر، طبقاتی تقسیم، نوجوانوں کا بیداری شعور، آزادی کی خواہش اور معاشرتی انتشار جیسے موضوعات شامل کر کے تاریخی حقائق کو اجاگر کیا گیا ہے جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے جب کردار محمد یوسف، سلمیٰ سے بات کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"محمد یوسف: سلطنت کا زوال ہوا اس لیے کہ حکومت کرنے والے ناقص اور ناکارہ تھے۔ ہم سلطنتوں کے ٹھیکیدار نہیں ہیں لیکن ہم دیکھیں کہ مغلیہ سلطنت کے زوال نے ہم کو بے عزت اور بے آبرو کر دیا ہے۔"(۱۶)

اس ڈرامے میں شامل کردار اگرچہ فرضی ہیں لیکن ان میں اُس دور کے حقیقی لوگوں کا دکھ، ذہنی اذیت، احتجاج اور مزاحمت سمائی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح ڈاکٹر مجیب کے اس ڈرامے میں تخلیق کردہ دنیا تاریخ کا ایک علامتی مگر سچا عکس بن جاتی ہے۔

آزمائش میں محمد یوسف کا کردار تمام بہادر نوجوانوں کی نمائندگی کرتا ہے جو اپنی قوم کی آزادی کے لئے جان قربان کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ سلمیٰ کا کردار بھی محبت، وفاداری، بے بسی اور عورت کی جذباتی مجبوریوں کی علامت ہے۔ وہ اس دور کی خواتین کے احساسات، جذبات، خوف، بے بسی، اور امیدوں کے استعارہ کے طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ انگریز افسران محض کردار نہیں بلکہ نو آبادیاتی طاقت، ظلم، جبر اور سیاسی استحصال کی علامت ہیں۔ ان کا کردار ایک ایسے نظام کی نمائندگی کرتا ہے جو مقامی لوگوں پر طاقت کے زور سے حکومت کرتا ہے۔ یہ کردار حقیقت میں موجود نہ ہوتے ہوئے بھی حقیقی ماحول اور رنگ پیدا کرتے ہیں۔ یہی خصوصیت محمد مجیب کو ڈرامانگاری کے صفِ اوّل کے تخلیق کاروں میں شامل کرتی ہے۔

ڈاکٹر مجیب کے ڈرامے خانہ جنگی، حبہ خاتون اور آزمائش کا تقابلی جائزہ شیکسپیئر یا آغا حشر کاشمیری کے ڈراموں کے ساتھ کیا جائے تو ان کی تاریخی، فکری اور علامتی حیثیت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ شیکسپیئر کے تاریخی ڈراموں جیسے "Macbeth" ,"Hamlet" یا "King Lear" میں اقتدار کی ہوس، سماجی زوال، شخصیت کا انتشار نمایاں ہیں۔ "king Lear" کا قصہ بھی خانہ جنگی سے بہت مماثلت رکھتا ہے بقول شیکسپیر:

"How sharper than a serpent's tooth it is to have a thankless child"(۱۷)

(نافرمان اولاد کا دکھ سانپ کے دانت سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔)

اسی طرح ڈاکٹر مجیب کے ڈراما خانہ جنگی، آزمائش اور حبہ خاتون میں انہی موضوعات کو مشرقی تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ شیکسپیئر کے ڈرامائی کردار

اپنے باطن کی کشمکش اور اخلاقی بحران کا شکار ہوتے ہیں جیسے کہ ہیملٹ میں شیکسپیئر کا قول:

"There is nothing either good or bad, but thinking makes it so."(۱۸)

(کوئی چیز اچھی ہے نہ بری؛ اصل فرق صرف انسان کی سوچ اور اس کی تعبیر پیدا کرتی ہے۔)

ڈاکٹر مجیب کے کردار سیاسی جبر، سماجی پابندیوں اور ذہنی کشمکش سے نبرد آزما ہیں۔ آغا حشر کاشمیری کے ڈراموں میں جذباتی رنگ، مکالماتی جمالیات اور ڈرامائی تجسس غالب نظر آتا ہے، جبکہ ڈاکٹر مجیب کا انداز فکری گہرائی، علامتی انداز اور تاریخی حقیقتوں پر مبنی ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ آغا حشر کاشمیری ناظرین و قارئین کے فوری جذبات و احساسات کو متاثر کرتے ہیں، جس کی مثال ان کا مشہور ڈراما "رستم و سہراب" ہے جبکہ ڈاکٹر مجیب قاری یا ناظر کو فکری اور نفسیاتی سطح پر جھنجھوڑتے ہیں۔ "خانہ جنگی" اور "آزمائش" مغلیہ سلطنت کی تلخ حقیقتوں کو پیش کرتا ہے جبکہ "حبہ خاتون" کشمیر کی تہذیبی خودی اور زوال کی داستان کو روحانی و جمالیاتی سطح پر بیان کرتا ہے۔ یہ ڈرامے تاریخ کو محض بیان ہی نہیں کرتے بلکہ تاریخ کی فکری رجحانات کو بھی ابھارتے ہیں۔ ان میں طاقت، سیاست، اخلاق، آزادی اور انسان کے باطنی سوالات مشترک ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ ڈرامے آج بھی علمی اور فکری اہمیت رکھتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ بادشاہ حسین حیدرآبادی، ڈاکٹر۔ اُردو میں ڈرامانگاری۔ حیدرآباد: شمس المطابع، ۱۹۳۵ء۔ ص ۴

۲۔ عنوان چشتی، ڈاکٹر۔ عکس و شخص۔ نئی دہلی: ادارہ عارض مادپور، ۱۹۴۷ء۔ ص ۹

۳۔ ایضاً۔ ص ۲۷، ۲۸

۴۔ محمد مجیب، ڈاکٹر۔ خانہ جنگی۔ نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۱۹۴۶ء۔ ص ۲۳

۵۔ وجے دیو سنگھ، ڈاکٹر۔ پروفیسر محمد مجیب بطور ڈرامانگار۔ جموں انڈیا: کریسنٹ ہاؤس پبلیکیشنز، ۲۰۰۵ء۔ ص ۳۵

۶۔ محمد مجیب، ڈاکٹر، خانہ جنگی۔ ص ۱۳

۷۔ محی الدین زور کشمیری، ڈاکٹر۔ خانہ جنگی، ایک مطالعہ پروفیسر محمد مجیب۔ بھوپال: مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، ۲۰۱۰ء۔ ص ۸۳

۸۔ محمد مجیب، ڈاکٹر۔ حبہ خاتون۔ نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۵۲ء۔ ص ۵

۹۔ ایضاً۔ ص ۱۶

۱۰۔ ایضاً۔ ص ۲۰، ۱۹

۱۱۔ عنوان چشتی، ڈاکٹر۔ عکس و شخص۔ ص ۲۱

۱۲۔ وجے دیو سنگھ، ڈاکٹر، پروفیسر محمد مجیب بطور ڈرامانگار۔ ص ۴۴

۱۳۔ عنوان چشتی، ڈاکٹر۔ عکس و شخص۔ ص ۲۷

۱۴۔ صادقہ ذکی، ڈاکٹر۔ محمد مجیب حیات اور اُردو خدمات۔ نئی دہلی: جامعہ نگر، ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۵۵

۱۵۔ وجے دیو سنگھ، ڈاکٹر، پروفیسر محمد مجیب بطور ڈرامانگار۔ ص ۶۳

۱۶۔ محمد مجیب، ڈاکٹر۔ آزمائش۔ نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۸۰ء۔ ص ۲۲، ۲۱

17.Shakespeare, William. King Lear. First published in 1608. Act 1, Scene 4, lines 249–250.

18. Shakespeare, William. Hamlet. First published 1603; revised Quarto Edition 1604–05. Act 2, Scene 2, lines 249–251.